

ہدایت (۱۴)

(۱۴) وَمِنْ وَصِيَّتِهِ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

صفین میں دشمن کا سامنا کرنے سے پہلے اپنے لشکر کو ہدایت فرمائی:
جب تک وہ پہل نہ کریں تم ان سے جنگ نہ کرنا، کیونکہ تم بھگداز
دلیل و حجت رکھتے ہو اور تمہارا انہیں چھوڑ دینا کہ وہی پہل کریں، یہ ان
پر دوسری حجت ہوگی۔

خبردار! جب دشمن (منہ کی کھا کر) میدان چھوڑ بھاگے تو کسی بیٹھ
پھیرانے والے کو قتل نہ کرنا، کسی بے دست و پا پر ہاتھ نہ اٹھانا، کسی زخمی
کی جان نہ لینا اور عورتوں کو اذیت پہنچا کر نہ ستانا، چاہے وہ تمہاری
عزت و آبرو پر گالیوں کے ساتھ حملہ کریں اور تمہارے افسروں کو
گالیاں دیں۔ کیونکہ ان کی قوتیں، ان کی جانیں اور ان کی عقلیں
کمزور و ضعیف ہوتی ہیں۔ ہم (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی) مامور
تھے کہ ان سے کوئی تعرض نہ کریں، حالانکہ وہ مشرک ہوتی تھیں۔ اگر
جاہلیت میں بھی کوئی شخص کسی عورت کو پتھر یا لٹھی سے گزند پہنچاتا تھا تو
اس کو اور اس کے بعد کی پشتوں کو مطعون کیا جاتا تھا۔^ط

--☆☆--

لِعَسْكَرِهِ قَبْلَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ بِصَفِينٍ
لَا تُقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يَبْدُوْكُمْ، فَإِنَّكُمْ
بِحَمْدِ اللَّهِ عَلَى حُجَّةٍ، وَتَرْكُكُمْ إِيَّاهُمْ حَتَّى
يَبْدُوْكُمْ حُجَّةٌ أُخْرَى لَكُمْ عَلَيْهِمْ.
فَإِذَا كَانَتِ الْهَزِيمَةُ بِأَدْنِ اللَّهِ فَلَا تَقْتُلُوا
مُذَبِّرًا، وَلَا تُصِيبُوا مَعْرُورًا، وَلَا تُجْهِزُوا
عَلَى جَرِيحٍ، وَلَا تَهَيِّجُوا النِّسَاءَ بِأَدْمَى، وَ
إِنْ شَتَمْنَ أَعْرَاضَكُمْ وَ سَبَبْنَ أُمَّرَاءَكُمْ،
فَاتَّهَنَنَّ ضَعِيفَاتُ الْقَوَامِي وَالْأَنْفُسِ وَ
الْعُقُولِ، إِنْ كُنَّا لِنُؤْمَرُ بِالْكَفِّ عَنْهُنَّ وَ
إِنَّهِنَّ لِمُشْرِكَاتٌ، وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ يَتَنَاوَلُ
الْمَرْأَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالْفِهْرِ أَوْ الْهَرَاوَةِ
فِيَعْيَبُ بِهَا وَ عَقِبَهُ مِنْ بَعْدِهِ.

-----☆☆-----

ط امیر المؤمنین علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان جو جنگ و قتال کی صورت رونما ہوئی، اس کی تمام تر ذمہ داری معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ
اس نے آپ پر خون عثمان کا غلط الزام لگا کر جنگ کیلئے قدم اٹھایا۔ حالانکہ یہ حقیقت اس سے مخفی تھی کہ قتل عثمان کے کیا وجوہ ہیں اور کن کے ہاتھ
سے وہ قتل ہوئے۔ مگر اسے جنگ و جدل کا موقع بہم پہنچائے بغیر چونکہ اپنے مقصد میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اس لئے اپنے
اقتدار کے تحفظ کیلئے اس نے جنگ چھیڑ دی جو سراسر جارحانہ تھی اور جسے کسی صورت سے جواز کے حدود میں نہیں لایا جاسکتا، کیونکہ امام برحق کے
خلاف بغاوت و سرکشی با اتفاق امت حرام ہے۔ چنانچہ امام نووی نے تحریر کیا ہے:

لَا تُتَازَعُونَ وَلَا تُؤْمَرُونَ فِي وَلَا يَتَّهَمُونَ، وَلَا تَعْتَرِضُوا عَلَيْهِمْ إِلَّا أَنْ تَرَوْا مِنْهُمْ مُنْكَرًا
مُحَقَّقًا تَعْلَمُونَكَ مِنْ قَوَاعِدِ الْإِسْلَامِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَانْكُرُوا عَلَيْهِمْ وَقُولُوا بِالْحَقِّ
حَيْثُمَا كُنْتُمْ، وَأَمَّا الْخُرُوجُ عَلَيْهِمْ وَقِتَالُهُمْ فَمُحَرَّمٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.

حکومت کے معاملات میں فرمانرواؤں سے ٹکر نہ لانا اور نہ ان پر اعتراضات کرو۔ البتہ تم کو ان میں کوئی ایسی برائی نظر

آئے کہ جو پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ اصول اسلام کے خلاف ہے تو اسے ان کیلئے برا سمجھو اور جہاں بھی تم صحیح صحیح بات کہو، لیکن ان پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا باجماع مسلمین حرام ہے۔ (شرح مسلم، نووی، ج ۲، ص ۱۲۵)

عبدالکریم شہرستانی تحریر کرتے ہیں کہ:

كُلُّ مَنْ خَرَجَ عَنِ الْاِمَامِ الْحَقِّ الَّذِي اتَّفَقَتِ الْجُمَاعَةُ عَلَيْهِ يُسْمَى خَارِجِيًّا، سِوَاءِ كَانِ
الْخُرُوجُ فِيْهِ اَيَّامَ الْمَسْحَابَةِ عَلَى الْاَيْمَةِ الرَّاشِدِيْنَ اَوْ كَانِ بِعَدْوِهِمْ عَلَى التَّابِعِيْنَ بِاِحْسَانٍ .
جو شخص اس امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو وہ خارجی کہلائے گا۔ چاہے یہ خروج صحابہ
کے دور میں آئمہ راشدین پر ہو، چاہے ان کے بعد ان کے تابعین پر۔ (مخبر الملل، واخل ص ۵۳)

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ معاویہ کا اقدام بغاوت و سرکشی کا نتیجہ تھا اور باغی کے ظلم و عدوان کو روکنے کیلئے تلوار اٹھانا کسی طرح
آئین امن پسندی و صلح جوئی کے خلاف نہیں سمجھا جاسکتا، بلکہ یہ مظلوم کا ایک قدرتی حق ہے اور اگر اسے اس حق سے محروم کر دیا جائے تو دنیا میں
ظلم و استبداد کی روک تھام اور حقوق کی حفاظت کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہے۔ اسی لئے قدرت نے باغی کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت
دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿فَاِنْ بَعَثْنَا اِحْدَهُمَا عَلَى الْاُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّذِي تَبِعِيَ حَتَّى تَفِجَّ اِلَى اَمْرِ اللّٰهِ﴾

ان میں سے اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم اس زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو،
یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف پلٹ آئے۔

یہ پہلی حجت تھی جس کی طرف حضرت علیؑ نے «فَاِنْ كُنتُمْ بِحَمْدِ اللّٰهِ عَلَى حُجَّتِهِ» کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ مگر اس حجت کے تمام ہونے کے
باوجود حضرت نے اپنی فوج کو ہاتھ اٹھانے اور لڑائی میں پہل کرنے سے روک دیا، کیونکہ آپؑ یہ چاہتے تھے کہ آپؑ کی طرف سے پہل نہ ہو اور وہ
صرف دفاع میں تلوار اٹھائیں۔ چنانچہ جب آپؑ کی صلح و امن کی کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور دشمن نے جنگ کیلئے قدم اٹھا دیا، تو یہ ان پر
دوسری حجت تھی جس کے بعد حضرت کے آمادہ جنگ ہونے پر نہ کوئی حرف گیری کی جاسکتی ہے اور نہ آپؑ پر جارحانہ اقدام کا الزام عائد کیا جاسکتا
ہے۔ بلکہ یہ ظلم و تعدی کی طغیانوں کو روکنے کیلئے ایک ایسا فریضہ تھا جسے آپؑ کو انجام دینا ہی چاہیے تھا اور جس کی اللہ سبحانہ نے کھلے لفظوں میں
اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ رِمْلًا مَّا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ

مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾

جو شخص تم پر زیادتی کرے، تم بھی اس پر ویسی زیادتی کرو جیسی اس نے کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور اس بات کو جانے
رہو کہ اللہ پر ہیزگاروں کا ساتھی ہے۔

اس کے علاوہ امیر المؤمنین علیؑ سے صفت آرا ہونا پیغمبر ﷺ سے صفت آرا ہونا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ: يَا عَلِيُّ! حَرُّكَ حَرِّي عِلٍّ! اے علی! تم سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے، اس کی شاہد ہے تو اس صورت میں جو سزا پیغمبر ﷺ سے جدال و قتال کرنے والے کیلئے ہونگی وہی سزا امیر المؤمنین علیؑ سے جنگ و پیکار کرنے والے کیلئے ہونا چاہیے اور پیغمبر ﷺ سے محاذ جنگ قائم کرنے والے کی سزا قدرت نے یہ تجویز کی ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٥٦﴾﴾

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ پر آمادہ ہوں اور زمین میں فساد پھیلانے کیلئے تگ و دو کرتے ہوں ان کی سزا یہ ہے کہ: یا تو قتل کر دیئے جائیں، یا انہیں سولی دی جائے، یا ان کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ ان کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کیلئے بڑا عذاب ہے ہی۔ ۵۶

اس کے بعد حضرتؑ نے جو جنگ کے سلسلہ میں ہدایات فرمائی ہیں کہ کسی بھاگنے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور زخمی ہونے والے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے، وہ اخلاقی اعتبار سے اس قدر بلند ہیں کہ انہیں اخلاقی قدروں کا اعلیٰ نمونہ اور اسلامی جنگوں کا بلند معیار قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور یہ ہدایات صرف قول تک محدود نہ تھیں، بلکہ حضرتؑ ان کی پوری پابندی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی سختی سے ان کی پابندی کا حکم دیتے تھے اور کسی موقع پر بھاگنے والے کا تعاقب اور بے دست و پا پر حملہ اور عورتوں پر سختی گوارا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جمل کے میدان میں کہ جہاں فوج مخالف کی باگ ڈور ہی ایک عورت کے ہاتھ میں تھی، آپؐ نے اپنے اصول کو نہیں بدلا، بلکہ دشمن کی شکست و ہزیمت کے بعد اپنی بلند کرداری کا ثبوت دیتے ہوئے اُم المؤمنین کو حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا اور اگر آپؐ کے بجائے کوئی دوسرا ہوتا تو وہ وہی سزا تجویز کرتا جو اس نوعیت کے اقدام کی ہونا چاہیے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:

لَوْ كَانَتْ فَعَلَتْ بِمَمْرٍ مَا فَعَلَتْ بِهِ وَ شَقَّتْ عَصَا الْأُمَمَةِ عَلَيْهِ ثُمَّ ظَفَرَ بِهَا لَقَتَلَهَا وَ مَرَّ فَهِيَ إِزْبًا إِزْبًا، وَ لَكِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ حَلِيمًا كَرِيمًا.

جو انہوں نے حضرتؑ کے ساتھ برتاؤ کیا اگر ایسا ہی حضرت عمر کے ساتھ کرتیں اور ان کے خلاف رعیت میں بغاوت پھیلاتیں تو وہ ان پر قابو پانے کے بعد انہیں قتل کر دیتے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ مگر امیر المؤمنین علیؑ بہت بردبار اور بلند نفس تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۰۲)

☆☆☆☆☆